ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

☆محمد ریاض

"باقیاتِ اقبال" از ڈاکٹر سیّد تقی عابدی تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

"Baqiyat e Iqbal" by Dr. Syed Taqi Abidi: A research and critical study

Abstract: This article presents a critical and analytical study of Baqiyat-e-Iqbal, compiled by Dr. Syed Taqi Abedi, which aggregates Allama Iqbal's neglected and discarded poetic works. The research evaluates the compilation's thematic and stylistic coverage—including ghazals, poems, rubaiyat, and Persian verses—against the backdrop of earlier scholarly milestones by figures such as Sabir Kalorvi, Gyan Chand, and Abdul Waheed Mu'ini. Through comparative textual analysis, the study assesses Dr. Abedi's editorial methodology and the work's contribution to modern Iqbal scholarship. The findings reveal that while Abedi's Baqiyat-e-Iqbal serves as a significant editorial enterprise, it functions primarily as a redaction of existing collections rather than a source of original critical discovery or rigorous textual re-examination. Ultimately, this paper situates Dr. Abedi's work within the continuum of Iqbaliyat, reaffirming the foundational importance of prior compilers in preserving Iqbal's abandoned literary heritage.
Keywords: Baqiyat e Iqbal, Taqi Abdi, poetic works, compilations, textual analysis

اقبال نے جو کلام اپنے چار مشہور مجموعوں (بانگِ درا، بالِ جبریل، ضربِ کلیم اور ارمغانِ حجاز) میں شامل نہیں کیا تھا، وہ مختلف پرانے رسائل (جیسے مخزن، زمانہ، ہمایوں، نیرنگ خیال اور ادیب وغیرہ) یا لوگوں کی یادداشتوں میں محفوظ تھا۔ اقبال کے انتقال کے بعد محققین نے اس بچے ہوئے کلام کو یکجا کیا، جسے اب "باقیاتِ اقبال" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ مختلف ماہر باقیاتِ اقبال (جیسے انور حارث، سید عبدالواحد معینی، محمد بشیر الحق، غلام رسول مہر، صادق علی دلاوری، عبد الغفور شکیل، فقیر سید وحید الدین، گیان چند، صابر کلوروی اور ڈاکٹر سید تقی عابدی) نے ان باقیات کو مرتب کیا ہے تا کہ اقبال کے فکر و فن کے تدریجی ارتقا کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

علامہ اقبال ایک انتہائی باذوق اور فن کے معاملے میں حساس شاعر تھے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور (بانگِ درا سے قبل) میں بہت سی غزلیں اور نظمیں لکھیں، لیکن جب انہوں نے اپنے مجموعہ کلام کو ترتیب دیا، تو بہت سے اشعار اور پوری پوری نظمیں خارج کر دیں۔ اقبال کا خیال تھا کہ ان کا وہ کلام ان کے پختہ نظریات یا فنی معیار پر پورا نہیں اترتا۔ مثلاً بانگِ درا کی ترتیب کے وقت انہوں نے اپنے ابتدائی دور کے کلام کا بڑا حصہ نکال

☆☆پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر
Email: riazpps143@gmail.com

دیا تھا۔ یہی نکالا ہوا کلام "متروک کلام" کہلاتا ہے۔ اقبال کی وفات کے بعد محققین اور مدونین نے ان کے کلام کے ان گوشوں کو سامنے لانے کی کوشش کی جو عام قاری اور ناقد کی نگاہ سے اوجھل تھے۔ پچھلے ستر سالوں میں تقریباً نو مجموعے ایسے منظر عام پر آچکے ہیں جو خاص طور پر اقبال کے غیر مدون یا متروک کلام پر مبنی ہیں۔ ان مجموعوں میں اردو کلام کا تقریباً چالیس تا بیالیس فیصد حصہ شامل ہے جو کلیات میں موجود نہیں تھا، اگرچہ اس میں بعض ایسے اشعار بھی ہیں جو زبان زد عام ہیں۔ ہم نے پہلی بار فارسی اشعار کا سلیس اردو ترجمہ بھی اس باقیات میں شامل کیا ہے۔ باقیات اقبال میں جدول بندی کر کے منتخب رسالوں اور صرف اہم ماخذوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ہم نے تقریباً تمام باقیاتِ اقبال کے نسخوں سے استفادہ کیا ہے تاکہ اس گلدستے میں ہر وہ پھول شامل رہے جس کی ہمارے بزرگوں نے گل چینی کی ہے۔(۲)

مرزا غالب نے اپنے اردو دیوان جو ان کی زندگی میں پانچ بار شائع ہوا تقریباً پندرہ سو سے اٹھارہ سو تک اردو اشعار کو شامل کر کے دیباچے میں یہ تاکید کی کہ اگر ان کا کلام کہیں سے مل جائے تو اسے اس دیوان میں شامل نہ کریں۔ اس میں سب سے پہلے ان کے شاگرد الطاف حسین حالی نے باقیات کا کلام شامل کیا بعد میں اضافہ ہوتا رہا اور آخر میں نسخہ حمیدیہ کی شمولیت کے بعد اب غالب کے اردو اشعار ساڑھے چار ہزار کی تعداد تک پہنچ چکے ہیں یعنی غالب کے اردو اشعار کی تعداد تین گنا ہو گئی ہے جبکہ غالب نے ہم سے کہا تھا کہ کوئی شعر شامل نہ ہو۔ اقبال کی ایسی کوئی تحریر نہیں ملتی لیکن ان کے متداول کلام کو جب ان کے باقیات سے مقابلہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا بیالیس فیصد کلام اردو کلام میں شامل نہیں کیا گیا جسے باقیات کا نام دیا گیا ہے۔(۲)

ان مجموعوں کی تدوین و ترتیب محققین کے ذوق علمی اور تنقیدی بصیرت کا پتہ دیتی ہے۔ بعض کتابوں میں صرف متروک کلام کو جمع کیا گیا ہے، جب کہ کچھ میں تحقیقی حواشی اور توضیحات کے ذریعے اس کلام کی معنوی و فنی جہات کو بھی اجاگر کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کتب کو محض کلام اقبال کے اضافی ذخیرے کے طور پر نہیں دیکھا جا سکتا بلکہ یہ اقبال شناسی کے ایک مستقل ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ باقیات کی چند کتب کا تعارف ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

رختِ سفر از محمد انور حارث (۱۹۵۲ء):

رختِ سفر کا تعلق اقبالؒ کے متروک کلام سے ہے۔ اس کتاب میں اقبالؒ کی وہ نظمیں، غزلیں، قطعات اور متفرقات شامل ہیں جو ان کے کسی مجموعہ میں شامل نہ ہو سکے۔ اس ضمن میں محمد انور حارث نے نہایت دیانت داری، محنت اور لگن سے اقبالؒ کے متروک کو اکٹھا کیا اور اسے جامع اور مستند حوالہ کے ساتھ پیش کیا۔ یہ کتاب ایسے محققین کے لیے ایک بہترین سرمایہ ہے جو اقبالؒ کے متروک کلام پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ علامہؒ اقبال کی وفات سے لے کر آج تک بہت سے مجموعے باقیات کے نام سے شائع ہو چکے ہیں ان میں سے "رختِ سفر" باقیات اور متروک کلام پر مشتمل پہلی کتاب ہے جو کہ ۱۹۵۲ء کو شائع ہوئی۔ اس کتاب کا انتساب گورنر صوبہ سندھ ڈاکٹر شیخ دین محمد ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی کے نام کیا گیا ہے۔ جن کی رائے اس کتاب کی تدوین کے سلسلے میں مصنف کے لیے از حد مفید ثابت ہوئی۔

محمد اسحاق امرتسری جو کہ سابق مدیر ماہنامہ "ماہِ تمام" "روزنامہ" "مسلم گزٹ اور ہند جدید" بھی تھے، نے اس کتاب کی تقریظ لکھی۔ اسحاق امرتسری کا کہنا ہے کہ کتاب رختِ سفر کے سرسری مطالعہ سے اقبالؒ کے تخیل اور ارتقا کے چند ایسے پہلو نمایاں ہو گئے ہیں جو مشرقی سیاست اور تمدن کے

امور میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان سیاسی تمدن اور مشرقی روایات پر غور و فکر کا زمانہ بڑی تیزی سے قریب آرہا ہے۔ اس کتاب میں اقبالؒ کے ابتدائی دور کے تخیل کا ایسا زاویہ ہائے فکر موجود ہے جسے بعد کے ادوار میں اقبال نے غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کر دیا تھا۔ اس قسم کا تضاد اقبال جیسی شخصیت کی عظمت کو متاثر نہیں کر سکتا کیونکہ خطا و نسیان ہر انسان کی زندگی کا حصہ ہے۔ اقبالؒ خود فرماتے ہیں حق پر چلنے والوں کی زندگی کا سفر خواہ وہ کیسے ہی مشکل راستوں سے کیوں نہ دوچار ہو وہ بالا آخر وہ ایک نا ایک دن منزل کو پا ہی لیتے ہیں۔

عشق شور انگیز را ہر جادہ در کوئے تو برد
بر تلاش خود چہ می نازد کہ رہ سوئے تو برد (۳)

محمد بشیر الحق مرتبہ "تبرکاتِ اقبال" کا کہنا ہے کہ علامہ اقبالؒ کے متروک کلام کو شائع کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن ان کی وفات کے بعد جب کہ ان کے افکار پر بہت سے لوگوں نے کام شروع کیا تو یہ بات ضروری معلوم ہوئی کہ ان کی شاعری کے ابتدائی دور کو دکھانے کے لیے ان کی ہر تحریر سے خواہ وہ نظم میں ہو یا نثر میں اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے چنانچہ ایسی ہی نظموں، غزلوں اور قطعات کا ایک مجموعہ محمد انور حارث نے "رختِ سفر" کے نام سے ۱۹۵۲ء میں تیار کیا اور کراچی کی تاج کمپنی نے اسے شائع کیا اس میں اقبالؒ کا وہ متروک کلام شامل ہے جس کو اقبالؒ نے بانگِ درا کی اشاعت کے وقت نظر انداز کر دیا تھا۔ (۴)

اس کتاب کے بارے میں خود مصنف کا کہنا ہے کہ اس مجموعہ کی تدوین کے سلسلے میں جس مشکل کا سامنا کرنا پڑا وہ نظموں کا انتخاب تھا۔ جس کلام کو اقبال نے بانگِ درا کی اشاعت کے وقت حذف کر دیا تھا مصنف نے اسے کھوج لگا کر مختلف رسائل و جرائد جیسا کہ "مخزن"، "ادیب" اور "معارف" کے قدیم شماروں میں ڈھونڈ نکالا اور اسے اس کتاب کا حصہ بنا ڈالا۔ اس کتاب کی تدوین میں مصنف کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر بقول مصنف شیخ دین محمد صاحب نے ہر قدم پر میری رہنمائی فرمائی۔ قیمتی مشوروں سے نوازا جو اس کتاب کی اشاعت میں مفید ثابت ہوئے۔

رختِ سفر دوبار تبدیلیوں اور اضافے کے ساتھ شائع ہوئی۔ پہلی بار ۱۹۵۲ء میں مشہور پریس کراچی سے شائع ہوئی اور اس کے صفحات کی تعداد ۱۴۴ تھی۔ جبکہ دوسری بار کچھ تبدیلیوں اور اضافے کے ساتھ ۱۹۷۷ء میں اے۔ کے سورماوالوں نے کراچی سے شائع کی۔ اس بار اس کے صفحات کی تعداد ایک سو چھپن (۱۵۶) تھی۔ دونوں بار انور حارث کی زیر نگرانی شائع ہوئی۔ پہلی اشاعت میں باقیات کا زیادہ تر کلام اخبارات و رسائل سے حاصل کیا گیا جبکہ دوسری بار اقبال کے احباب گرامی جن میں عبد المجید سالک، دین محمد اور عطیہ فیضی کے نام شامل ہیں، سے مدد لی گئی۔ محمد انور حارث کی تصنیف "رختِ سفر" کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نظمیں، دوسرے حصے میں غزلیں، تیسرے حصے میں متفرقات اور چوتھے حصے میں اقبال کا متروک ظریفانہ کلام شامل ہے۔

باقیاتِ اقبال از عبد الواحد معینی (۱۹۵۳ء)

"باقیاتِ اقبال" اقبالؒ کے متروک کلام کا دوسرا مجموعہ ہے جو ۱۹۵۳ء کو منظر عام پر آیا۔ اس سے ایک سال قبل محمد انور حارث کا مجموعہ رختِ سفر شائع ہو چکا تھا۔ اس مجموعہ یعنی باقیاتِ اقبال کی تدوین کے سلسلہ میں رختِ سفر سے بھی یقیناً مدد لی گئی۔ اس کتاب کا انتساب سید عبد الواحد معینی نے اپنے بڑے جواں مرگ بھائی عبد الاحد معینی اجمیری کے نام کیا جو کہ سب جج اجمیر بھی تھے اور انہوں نے اس کتاب کی تدوین میں مصنف کی کافی مدد کی تھی۔ مصنف خود

اس کتاب کے بارے میں بتاتے ہیں کہ یہ مجموعہ کیسے منظر عام پر آیا اور ان کو اس کتاب کی تدوین کا خیال کب اور کیسے آیا؟ اس سلسلہ میں ان کے چند رفقائے کرام اور اقبال شناسوں کی رہنمائی اور حوصلہ افزائی شامل ہے جن میں مولوی عبدالرزاق حیدر آباد سر فہرست ہیں۔ جنھوں نے اپنا مجموعہ کلیاتِ اقبال کے نام سے بھی شائع کروایا اور مصنف نے باقیاتِ اقبال کی تدوین میں اس مجموعہ سے استفادہ کیا۔ مولوی عبدالرزاق کے بعد منشی سراج الدین، دین محمد، ڈاکٹر محی الدین زور اور رسالہ مخزن کے مدیر سر عبدالقادر کے نام شامل ہیں۔

مصنف کی جب ۱۹۳۸ء میں عبدالقادر سے لندن میں ملاقات ہوئی تو مصنف نے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میرے پاس اقبال کا غیر مطبوعہ کلام ہے تو عبدالقادر نے فوراً کہا کہ اسے ضرور شائع کروائیں۔ اس کے بعد دوسری بار ۱۹۴۴ء حیدر آباد میں جب مصنف کی دوبارہ عبدالقادر سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے پھر اس بات پر زور دیا کہ اقبالؒ کے کلام کا جو حصہ آپ کے پاس ہے اسے جلد شائع ہونا چاہیے۔ مصنف نے حامی بھی بھر لی اور وہ چاہتے بھی یہی تھے کہ اس مجموعہ کی تقریظ بھی سر عبدل القادر لکھیں مگر ایسا نہ ہو سکا کیونکہ عبدالقادر کی زندگی نے وفا نہ کی۔ اگرچہ عبدالقادر کی زندگی میں مصنف ان کی یہ خواہش پوری نہ کر سکا مگر ان کے مرنے کے بعد مصنف نے ان کی اس خواہش کو پایا تکمیل تک ضرور پہنچایا۔(۵)

محمد بشیر الحق مرتبہ "تبرکاتِ اقبال" کا باقیاتِ اقبال کے بارے میں کہنا ہے کہ اقبال کے بعض اشعار اور نظمیں ایسی ہیں کہ جو "بانگِ درا" میں شامل نہ ہو سکیں مگر بعض اخبارات و رسائل میں شائع ہوتی رہی تھیں۔ کچھ اقبالؒ کے دوست احباب کی بیاضوں اور اقبال کے خطوط جو انھوں نے اپنے دوست احباب کو لکھے ان میں درج تھیں۔ ان کی اشاعت بھی اس کتاب میں ضروری سمجھی گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک اقبال شناس سید عبدالواحد معینی نے اقبال کا اس قسم کا متروک یا غیر معروف کلام اکٹھا کیا اور اس کو اپنی کتاب "باقیاتِ اقبال" کی زینت بنا دیا۔ باقیاتِ اقبال کو شیخ محمد اشرف ناشر کتب لاہور نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا۔ اس مجموعہ میں غیر مطبوعہ کلام کے علاوہ بعض نظمیں اور اشعار ایسے بھی ہیں جو مطبوعہ کلام میں موجود ہیں اور ان کا کچھ حصہ "رختِ سفر" میں بھی مشترک ہے(۶)

باقیاتِ اقبال یکے بعد دیگرے تین بار شائع ہوئی۔ پہلی بار ۱۹۵۳ء میں کتب خانہ نذیریہ دہلی سے شائع ہوئی اور اس کے صفحات کی تعداد ۱۵۸ تھی۔ اس کتاب کے اس ایڈیشن میں مولانا ظفر علی خان کی نظم "مدینے کے کبوتر کی یاد" غلطی سے اقبال کے نام سے شائع ہو گئی۔ اسی طرح دوسری بار باقیاتِ اقبال ۱۹۶۶ء میں شائع ہوئی اور اس بار اس کے صفحات کی تعداد ۵۰۴ تھی۔ تیسری بار اس کتاب کو عبدالواحد معینی اور عبداللہ قریشی نے مل کر مرتب کیا۔ اس بار اس میں کافی تبدیلیاں اور اضافے کیے گئے اور اس بار اس کے صفحات کی تعداد ۶۱۳ تھی اور یہ ۱۹۷۷ء کو شائع ہوئی۔ تینوں بار سیّد عبدالواحد معینی کی نگرانی میں ہی اسے شائع کیا گیا۔ مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں محی الدین زورؔ کے کتب خانے سے استفادہ کیا۔ اس کے علاوہ کلیاتِ اقبال حیدر آباد اور عطیہ فیضی کے خطوط سے بھی مدد لی گئی۔ مزید یہ کہ شیخ عبدالمجید اور منشی سراج الدین کی بیاضوں سے بھی کچھ نظمیں اور غزلیں تلاش کی گئیں۔(۷)

تبرکاتِ اقبال از محمد بشیر الحق دسنوی، عظیم آبادی(۱۹۵۹ء)

اقبال کے متروک کلام پر مشتمل یہ مختصر مجموعہ ۱۹۵۹ء میں منظر عام پر آیا جو کہ صرف چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے اس قدر مختصر ہونے کی وجہ مصنف نے یہ بتائی ہے کہ اصلاتِ اقبال کی ترتیب ہی کے وقت میں نے باقیاتِ اقبال کے نام سے علامہ کا غیر مطبوعہ کلام جمع کرنا

ISSN:3007-3324 (P) Tashkeel-e-Jadeed Volume:3, Issue:2, January to June 2026
ISSN-3007-3316 (E) Email: tashkeele.jadeed@aiou.edu.pk

شروع کر دیا تھا چنانچہ "باقیاتِ اقبال" اور "مخزوفاتِ اقبال" میرے دونوں ہی مجموعے ۱۹۵۱ء کے آخر میں مرتب ہو گئے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں میرے پرانے دوست اور ہم وطن پروفیسر نجیب اشرف صاحب ندوی نے دونوں مجموعوں کے صاف شدہ مسودات کو دیکھ کر سہ ماہی رسالہ نوائے ادب بمبئی ماہ اپریل ۱۹۵۳ء میں ریویو بھی کر دیا تھا، مگر مصروفیت کی بنا پر کچھ ایسے واقعات پیش آتے گئے کہ دونوں مجموعے اب تک تک طاقِ نسیاں میں پڑے رہے اور شائع نہ ہو سکے۔ اس دوران علامہ کے غیر مطبوعہ کلام کے دو مجموعے (۱) رختِ سفر از محمد انور حارث اور (۲) باقیاتِ اقبال از عبدالواحد معینی شائع ہو گئے۔ اب ایسی حالت میں میرے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا کہ اس باقیات کو مرتب کروں یا نہ کروں۔ لہٰذا میرے مرتب کردہ "باقیاتِ اقبال" کی اشاعت میرے دوستوں نے فضول سمجھی اور مجھے یہ رائے دی کہ اس مجموعہ سے ایسا کلام جو رختِ سفر اور باقیاتِ اقبال مرتبہ مولوی سید عبدالواحد معینی میں نہیں پایا جاتا "تبرکاتِ اقبال" کے نام سے شائع کر دیا جائے چنانچہ میرے اس مجموعے میں علامہ کا صرف ایسا کلام درج ہے۔ باقیاتِ اقبال کی اشاعت میں تاخیر ہوئی تو کچھ اور غیر مطبوعہ کلام جو عبدالمجید سالک نے "ذکرِ اقبال" میں موقع بہ موقع درج کیا ہے "تبرکاتِ اقبال" میں لے لیا گیا ہے۔(۸)

تبرکاتِ اقبال میں کُل چار نظمیں، تین رباعیاں، چھ قطعات اور چھ تاریخی قطعات، گیارہ غزلیں اور نو مفردات اور ظریفانہ کلام شامل ہے۔

اقبال کی نظم "لنگڑا آم" جو کہ "ذکرِ اقبال" میں بھی ہے اسے بھی اس میں شامل کیا گیا ہے۔ اس کا ایک مشہور شعر جو اقبال نے اکبر الٰہ آبادی کے پارسل کی رسید پر لکھا درج ذیل ہے:

تیرے فیضِ مسیحائی کا ہے یہ سب اثر اکبر
الٰہ آباد سے لنگڑا چلا لاہور تک پہنچا(۹)

اس کتاب کا اختتام ایک ایسی نظم پر ہوتا ہے جسے "اقبال کی ایک الوداعی نظم" کا عنوان دیا گیا ہے۔ منشی محبوب عالم صاحب کے سیاحت یورپ پر تشریف لے جانے کے وقت ان کے اعزاز میں ان کے معزز احباب نے اسلامیہ کالج لاہور کے صحن میں ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو ایک عصرانے کا اہتمام کیا تھا۔ اسی موقع پر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے نے یہی الوداعی نظم سنائی۔

سرودِ رفتہ از غلام رسول مہر اور صادق علی دلاوری

اس کتاب کی ابتدا ایک طویل مقدمے سے ہوتی ہے جو کہ بائیس صفحات پر مشتمل ہے۔ مقدمے میں مصنف نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اس کتاب میں اقبال کا وہ کلام شامل ہے جسے اقبال نے جان بوجھ کر ترک کر دیا تھا مگر اقبال کے ارتقا اور تحقیق کے طلبا کے لیے اس کتاب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ یہ اشعار اقبال کے فکری سفر کے مراحل کے بہترین عکاس ہیں۔ اس کے علاوہ مصنف نے مقدمے میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ ان اشعار کو جمع کرنے میں مستند ذرائع سے مدد لی گئی ہے۔ غلام رسول مہر نے اس بات کا خیال رکھا ہے کہ قاری تک مستند معلومات کی رسائی ممکن ہو سکے تاکہ وہ اقبال خیالات سے بخوبی واقف ہو سکے۔ مقدمے کے بعد سات صفحات ایسے پیش کیے گئے ہیں جو اقبال مرحوم کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں اردو و فارسی کلام شامل ہے۔ کچھ عکس اصلی حالت اور کچھ ترمیم و اضافے کے بعد جو ملے وہ شائع ہوئے۔ اس کتاب کو دس مختلف حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

نوادرِ اقبال از عبدالغفار شکیل (۱۹۶۲ء)

نوادرِ اقبال ۱۹۶۲ء میں منظرِ عام پر آئی۔ اس کے مصنف کا نام عبد الغفار شکیل ہے۔ علی گڑھ سے اس کی اشاعت ہوئی اور پبلشر کا نام سر سید بک ڈپو علی گڑھ ہے۔ پہلی بار ایک ہزار کی تعداد میں اس کی اشاعت ہوئی۔ عبد الغفار شکیل نے اس کتاب کو اپنے والد محترم اور ڈاکٹر مسعود حسین خان کے نام کیا ہے۔ ان کے والد محترم کو اقبال سے بڑی عقیدت تھی اور وہ اس کتاب کی اشاعت کے خواہاں تھے دوسری شخصیت ڈاکٹر مسعود حسین خان جو کہ ریڈر شعبہ اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تھے۔ ان کی صحبت اور رہنمائی سے مصنف نے استفادہ کیا اور اس کتاب کی اشاعت منظرِ عام پر آئی۔ اس کتاب کو چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا دیباچہ ابنِ فرید نے لکھا جو کہ ماہنامہ ادیب کے مدیر تھے۔ دیباچہ ۱۸ جنوری ۱۹۶۲ کو لکھا گیا جب ماہنامہ ادیب کے مدیر ابن فرید علی گڑھ یونیورسٹی میں تھے۔ وہ دیباچہ میں لکھتے ہیں ایک بات جس کے خوف کا اظہار عبد الغوار شکیل نے بھی کیا ہے وہ یہ ہے کہ اقبال شناس کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ اس کلام سے اقبال کا مرتبہ اور عزت کم ہو جائے گی ایسا ہر گز نہیں بلکہ اس کے برعکس اس کی وجہ سے اقبالؔ کے مرتبہ اور ارتقا کو سمجھنے میں یہ کلام مددگار ثابت ہو گا۔ بقول ابن فرید مجھ سے کی گئی ملاقات میں کئی لوگوں نے اس بات کا اظہار بھی کیا ہے کہ اقبال کو جو کلام پسند آیا اسے باقاعدہ تصنیف "بانگِ درا" کی شکل دے دی گئی۔ اب اس کلام سے اقبال کے مرتبہ میں کوئی کمی بیشی کی گنجائش نہیں:

> "میں عبد الغفار شکیل کی حوصلہ افزائی اور ان کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اقبال پر تحقیق کر کے ایک گراں مایہ اقبال شناسوں کو دیا ہے جس کی وجہ سے اقبال کے فکر و فن کو سمجھنے میں تحقیق کے طلبہ کو مزید رہنمائی ملے گی۔ ہمیں ایسے نوادر کی قدر کرنی چاہیے۔ اسی وجہ سے میں یہ بات بے خوف و خطر کہہ سکتا ہوں کہ عبد الغفار شکیل نے اقبالیات میں ناقابل فراموش اضافہ کیا ہے جس کا اقبال پر تحقیق کرنے والے ہر صاحب نظر کو حوالہ دینا پڑے گا"۔(۱۰)

"اقبال کا ابتدائی کلام" از گیان چند (۱۹۸۸ء)

ابتدائی کلام اقبال کتاب کے مصنف ڈاکٹر گیان چند جین ہیں۔ یہ کتاب اقبال کے متروک کلام پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر گیان چند سے قبل اور بعد میں بھی متروک کلام کے کئی مجموعے شائع ہوئے مگر اس کتاب کی خاص بات یہ ہے کہ اس میں شامل تمام کلام کو مہینہ اور سال کی ترتیب سے مدون کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اردو ریسرچ سینٹر حیدر آباد سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا انتساب مصنف نے اپنے بڑے بھائی ڈاکٹر پرکاش مونس کے نام کیا ہے۔ ڈاکٹر پرکاش مونس بھی ایک شاعر تھا جس نے ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۲ء کو اپنی ایک غزل اقبال کو بطور اصلاح بھیجی اور درخواست کی کہ مجھے اپنی شاگردی میں لے لیں۔ جب اقبال نے یہ غزل دیکھی تو کہلا بھیجا کہ اس غزل کو اصلاح کی ضرورت نہیں۔

ابتدائی کلام اقبال کے حفِ اول میں مصنف نے اس کتاب کی وجہ تخلیق بتائی ہے۔ اس سلسلے میں مصنف کا کہنا ہے کہ اگرچہ میں اقبال کو بڑا شاعر مانتا ہوں مگر مجھے اقبال یا اقبالیات سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ میرے چند مخلص دوست جن میں سر عبد الصمد سر فہرست ہیں اور اس کے علاوہ مصلح الدین اقبال اکیڈمی کے روحِ رواں اور رحمت علی خان شامل ہیں۔ ان لوگوں کا کہنا تھا کہ میں اقبال کے متروک کلام پر تحقیق کروں اور مجھے جن کتابوں اور رسالوں کی ضرورت ہو گی یہ لوگ مجھے مہیا کر دیں گے یوں میں نے اقبال کے متروک کلام کو یکجا کرنے کی حامی بھر لی اور دوستوں کی مدد سے اس

کارِ خیر پر کام کرنا شروع کر دیا۔

میرا ارادہ تھا کہ میں یہ کلام ابتدا سے ۱۹۲۴ء تک مکمل کروں گا مگر "ترقی اردو بورڈ" حکومت ہند نے اصرار کیا کہ میں "اردو ادب کی تاریخ جلد اول ۱۷۰۰ء تک "لکھ کر دوں۔ میں نے معذرت کر لی کیونکہ میں مصروف تھا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ یہ کام آپ ہی کریں گے اس طرح مجھے اقبالیات پر تحقیق کا کام جنوری ۱۹۰۷ء کو روکنا پڑا۔ اردو ادب کی تاریخ جلد اول ۱۷۰۰ء تک مکمل کرنے کے بعد میں نے پھر سوچا کہ اقبالیات پر بقیہ کام مکمل کروں مگر اب حوصلہ ٹوٹ چکا تھا لہٰذا یہ کام اقبال کی یورپ سے واپسی یعنی اگست ۱۹۰۸ء پر ختم کرنا پڑا۔(۱۱)

ابتدائی کلام اقبال کا دورانیہ ابتدا سے وسط ۱۹۰۸ء تک ہے۔ کہا جاتا ہے کہ "بانگِ درا" کی اشاعت سے قبل علامہ اقبال اپنا کلام کسی بیاض یا ڈائری میں یکجا نہ رکھتے تھے جیسا کہ عبدالواحد معینی نے بھی اس بات کی وضاحت اپنی کتاب باقیاتِ اقبال کے پیش لفظ میں کی ہے۔ کہتے ہیں مدتوں علامہ اقبال مرحوم کا دستور تھا کہ جب کوئی نظم یا غزل لکھتے اس کو کسی رسالے میں اشاعت کے لیے بھجوا دیتے یا کسی دوست کو دے دیتے۔ جب علامہ اقبال کو اردو کلام کے پہلے کلیات کو شائع کرنے کا خیال آیا تو جو نظمیں دستیاب ہو سکیں یا جو ان کو یاد تھیں صرف وہی نظمیں اس میں شامل کر دی گئی۔ "بانگِ درا" کی اشاعت سے قبل اکثر عقیدت مندان اقبال و مریدین کا یہ دستور تھا کہ جب علامہ اقبلؒ کا کلام کسی رسالہ میں شائع ہوتا تو اس کو جمع کر لیتے۔ علامہ اقبالؒ کا زیادہ تر کلام رسالہ مخزن یا رسالہ زمیندار میں شائع ہوتا تھا۔ مگر کبھی کبھی پنجاب کے دوسرے اخبارات میں بھی شائع ہوتا تھا۔(۱۲)

"کلیاتِ باقیاتِ شعر اقبال" از ڈاکٹر صابر کلوروی (۱۹۹۰ء)

باقیات کا یہ مجموعہ ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔ اسے باقیات کا سب سے اہم اور مستند مجموعہ مانا جاتا ہے۔ صابر کلوروی نے اقبال کی بیاضوں، دستاویزات اور غیر مطبوعہ مسوّدات کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور تقریباً سات سو پچاس اشعار دریافت کیے جن میں سے تقریباً دو تہائی اشعار پہلی بار شائع ہوئے۔ اس کتاب کے دیباچہ میں مصنف اس بات کا اعتراف یُوں کرتا ہے کہ اپنی تحقیق کے دوران میں نے اولین ماخذات کی تلاش جاری رکھی اور بڑی حد تک ان کی اغلاط کو درست کیا۔ میں نے صرف دستیاب کلام پر بھروسا نہیں کیا بلکہ غیر مدون اور غیر مطبوعہ کلام بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ الحمدللہ میرے اس تحقیقی کام کی بدولت ساڑھے سات سو کے قریب اشعار کا باقیات میں اضافہ ہوا جن میں دو تہائی کلام غیر مطبوعہ ہے جو اقبال کی بیاضوں سے ملا ہے۔ اقبال کے مسودوں اور بیاضوں کا میں نے گہرائی سے مطالعہ کیا۔ ان بیاضوں کی بدولت اختلافِ متن کے بہت سے مسائل بھی حل ہوئے اور دوران تحقیق اس بات کا بھی پتا چل گیا کہ اقبال پہلے (ایکس شاعر) کے فرضی نام سے بھی اخبار میں لکھتے تھے۔ اس طرح کی بارہ نظمیں دریافت ہوئیں جو باقیات میں شامل کر لی گئی۔ زیر نظر کلیات باقیاتِ شعر اقبال کی تدوین میں زمانی ترتیب کا ہر ممکن خیال رکھا گیا ہے ادوار بنانے کے ساتھ ساتھ کلام کو اصناف وار مرتب کرنا بھی ضروری سمجھا گیا ہے اور ہر ممکن کوشش کی گئی ہے کہ اسے زمانی ترتیب سے درج کیا جائے پھر بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ اقبال نے اسے اسی ترتیب سے لکھا بھی ہو گا۔(۱۳)

باقیاتِ شعر اقبال علامہ اقبال کے ایسے اشعار، قطعات، رباعیات اور نظموں کو اکٹھا کرنے کوشش ہے جو روایتی کلیات میں شامل نہیں تھیں یا کم معروف تھیں۔ ڈاکٹر صابر کلوروی نے تحقیقی نقطۂ نظر سے ان اشعار کو جمع کیا اور علمی و تنقیدی حواشی کے ساتھ شائع کیا۔

باقیاتِ اقبال از ڈاکٹر سید تقی عابدی اکتوبر ۲۰۲۳ء:

تقی عابدی یکم مارچ ۱۹۵۲ء کو دہلی انڈیا میں سید سبطِ نبی عابدی کے ہاں پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام سنجیدہ بیگم ہے۔ ان کا مکمل نام سید تقی حسن عابدی اور ادبی نام تقی عابدی اور تخلص تقی ہے۔ وہ طبیب اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اچھے شاعر بھی ہیں ان کی شاعری میں درد اور کرب کے علاوہ سماجی مسائل کو بھی خوبصورتی سے پیش کیا گیا ہے۔ تقی عابدی نے بہت سی کتب کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس کے علاوہ ان کا شمار مرثیہ گو شعرا میں بھی ہوتا ہے جساکہ زبیر صدیقی ان کے بارے میں کہتے ہیں:

"ادب کا مریض اور صحت کا طبیب "ڈاکٹر تقی عابدی عہدِ جدید میں اردو ادب کا ایک معتبر اور مستند نام ہے۔ وہ بیک وقت شاعر تاریخ گو، نقاد اور محقق ہونے کے علاوہ رثائی ادب کے ماہر بھی ہیں" (۱۴)۔

ان کے آباؤاجداد میں سے کسی نے اڑھائی سو سال پہلے "حق الیقین" کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی جو اب بھی تقی عابدی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس معاملے میں خود تقی عابدی رقم طراز ہیں:

"ہمارے خاندان میں رائج علوم کے بے شمار علماء گزرے ہیں۔ ہمارے جد کے ہاتھ کی لکھی ہوئی "حق الیقین" نامی دو سو اٹھارہ سال پرانی کتاب میرے پاس ابھی تک محفوظ ہے"۔(۱۵)

۔اگرچہ آپ کا پیشہ ڈاکٹری ہے جو کہ ایک تھکا دینے والا کام ہے لیکن اس سب کے باوجود وہ باقاعدہ ادب کے لیے وقت نکال لیتے ہیں۔ جب وہ پیشہ ورانہ زندگی کی گتھیاں سلجھاتے سلجھاتے تھک جاتے ہیں تو اردو ادب ان کو سکون مہیا کرتا ہے۔ خود کو سکون دینے کے لیے وہ اردو ادب کا مطالعہ کرتے ہیں اور اتنی مصروف زندگی میں سے وہ مطالعہ کا وقت نکال لیتے ہیں۔ مطالعہ کے لیے درکار وقت کے بارے میں وہ خود یوں کہتے ہیں:

"اگر سچ کہا جائے تو زندگی میں وقت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وقت کی کمی کا بہانہ بنا کر ہم لوگ بہت سے کاموں سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی پیشہ ورانہ مصروفیت کے باوجود ہفتہ اوسطاً چالیس گھنٹے لکھنے پڑھنے پر صرف کرتا ہوں۔ ہر وقت میرے ذہن میں ان موضوعات پر غور و فکر جاری رہتا ہے جن پر میں آئندہ لکھنے کی منصوبہ بندی کرتا ہوں۔ یوں سمجھ لیجیے کہ ادب ہی میرا اوڑھنا بچھونا ہے جسے میں اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے خود پر طاری رکھتا ہوں"۔(۱۶)

تقی عابدی پیشے کے لحاظ سے ایک طبیب ہیں مگر ادب سے ان کی گہری دلچسپی کوئی چھپی ڈھکی نہیں۔ طبی مشغلے کے ساتھ ساتھ وہ اردو اور فارسی ادب میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ ستر سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ گویا وہ ہر فن مولا ہیں۔ وہ محض ایک شاعر یا ادیب نہیں بلکہ ایک نقاد، مفکر، ڈاکٹر، مرثیہ گو اور علم و عروض کے بھی ماہر مانے جاتے ہیں۔ ان کی تحقیق کا دائرہ کار غالب، میر اور اقبال کے علاوہ دیگر کلاسک شعراء تک پھیلا ہوا ہے۔ ان کی اہم کتب میں سے "اقبال شخصیت اور فن"، "غالب کا فن اور فکر" اور "میر ایک تجزیہ" شامل ہیں۔ وہ ایک ماہر اقبالیات بھی ہیں۔ اس سلسلے کی اہم کڑی ان کی کتاب "چوں مرگ آید" ہے۔ یہ کتاب اقبالیات کے طلبا کے لیے ایک تحفہ سے کم نہیں۔

تقی عابدی نے جو اردو ادب میں گراں خدمات سر انجام دیں ہیں ان کے عوض انھیں بھارت، پاکستان، بنگلہ دیش، شمالی امریکہ، مشرق وسطیٰ اور یورپ کی مختلف ادبی انجمنیں اور درجنوں ادبی ادارے انھیں مختلف ادبی اعزازات سے نواز چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ہندوستان کی مختلف جامعات میں کلی یا جزوی طور پر درس و تدریس کے فرائض سر انجام دے چکے ہیں۔

ڈاکٹر سید تقی عابدی کی کتب کی فہرست خاصی طویل ہے جو کہ ان کی علم سے محبت کا ثبوت ہے ان کی تصانیف کی تعداد تقریباً ستر سے زائد ہے اور یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ ان کی چند ایک مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں: شہید، جوشِ مودت، گلشن رویا، اقبال کے عرفانی زاویے، انشاء اللہ خان انشاء، رموزِ شاعری، عروس سخن، تجزیہ یادگار انیس، اظہارِ حق، مجتہدِ نظم مرزا دبیر، طالع مہر، سلک سلام دبیر، مثنویاتِ دبیر، ابواب المصائب، مصحف فارسی دبیر، کائناتِ نجم، روپ کنوار کماری، ذُرِ دریائے نجف، فکرِ مطمئنہ، خوشہ انجم، دربارِ رسالت ﷺ، تاثیر ماتم ن، نجمی مایا، مصحفِ تغزل ت، تعشق لکھنوی، ادبی معجزہ، غالب دیوان نعت، ومنقبت، دیوان رباعیاتِ انیس، سبدِ سُخن، چو مرگ آید، دیوان غالب دہلوی (فارسی، ایران ایڈیشن)، کلیاتِ غالب فارسی (دو جلد اردو)، فیض فہمی، مطالعہ دبیر کی روایت، اردو کی دو شاہکار نظمیں، انتخاب مراثیٔ دبیر، رباعیاتِ رشید لکھنوی، فیض شناسی، مسدس حالی، کلیاتِ حالی، حالی فہمی، بچوں کے حالی، حالی کی نظمیں، حالی کی نعتیہ شاعری، باقیات و نادراتِ فیض احمد فیض، برج شرف، مطالعہ رباعیات فراق گھور کھپوری، گلستان ہند، تعمیر بقا، سید تقی عابدی کے مقالات کا بَن اور باقیاتِ اقبال وغیرہ۔ زیرِ تصانیف: حالی کے قصیدے اور حالی کے شخصی مرثیے، تجزیہ شکوہ جواب شکوہ، فانی لافانی، رباعیاتِ بیدل، اقبال کے چار مصرعے، رباعیاتِ صادقین، دیوان فارسی حالی اور فراق فہمی وغیرہ۔ (۱۷)

باقیات اقبال جس کے مصنف ڈاکٹر سید تقی عابدی ہیں باقیات پر ایک ضخیم کتاب ہے جس کے صفحات کی تعداد 718 ہے۔ یہ کتاب اکتوبر 2023ء میں بک کارنر جہلم سے شائع ہوئی۔ اگر چہ اس سے قبل باقیات اقبال پر بہت سے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ تو پھر اس کتاب کی کیا ضرورت تھی۔ اس کتاب کی بھی باقیات کی دنیا میں ایک الگ پہچان اور ضرورت ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے چند ایسے گوشوں پہ کام کیا ہے جو کہ ایک محقق کے مطالعہ کے زاد راہ کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے اقبال کے متروک کلام تک رسائی آسان ہو گئی ہے۔ اس کی وجہ سابقہ باقیات کی جدول بندی اور فارسی کلام کا اردو ترجمہ۔ سابقہ باقیات میں اقبال کا متروک فارسی کلام تو شامل ہے مگر اس کا اردو ترجمہ کسی نے نہیں کیا۔

اقبال کے فن اور شخصیت کو سمجھنے کے لیے ان کے متداول کلام (اقبال کے مجموعوں میں شامل کلام) کے ساتھ ساتھ متروک کلام کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ اگر چہ یہ کام اس سے قبل بھی ہو چکا ہے مگر مصنف نے فارسی کلام کو ترجمے کے ساتھ اس میں شامل کر کے اس کتاب کی اہمیت و ضرورت میں اضافہ کر دیا ہے۔ مصنف نے اس نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر اس کی تدوین کی ہے کہ اقبال شناسوں کو اقبال کے فن اور فکر سے بخوبی آگاہ کیا جائے چونکہ خود مصنف کا شمار بھی اقبال شناسوں میں ہوتا ہے اس لیے انہوں نے اس میں خوب دلچسپی لی اور اس کا مواد جہاں کہیں سے بھی میسر آیا اس سے استفادہ کر کے قارئین کے سامنے پیش کیا۔ باقیاتِ اقبال میں سید تقی عابدی نے اقبال کے مختلف متروک نظموں، غزلوں، قصائد اور مضامین کا تجزیہ کیا ہے جس سے اقبال کے مختلف تصورات مثلاً خودی، انسانیت، مردِ مومن، فطرت، کائنات اور اسلام کے اصولوں پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف کے بقول اقبال محض ایک شاعر ہی نہیں بلکہ ایک فلسفی، مفکر، سیاسی رہنما اور اسلام کے بہت بڑے داعی ہیں۔

گزشتہ ستر سالوں کے دوران اقبال کے متروک کلام کے نو سے دس مجموعے منظرِ عام پر آچکے ہیں جس سے اقبال شناسوں کو اقبال کے فن اور فکر کو سمجھنے میں

کافی مددملی ہے۔ تحقیق کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اقبال کے متداول کلام کے ساتھ ساتھ متروکہ کلام کی بھی حفاظت کریں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فنکار کی شخصیت اور اس کے فن کو سمجھنے کے لیے فن اور شخصیت دونوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ ایک فنکار کی فن شناسی صرف اس کے فن پاروں کی تفہیم اور تشخیص سے مکمل نہیں ہوتی بلکہ فن کو ابتدا سے انتہا تک سمجھنا اور اس کی جانچ پڑتال ہی فن اور فنکار کو نمایاں مقام دلا سکتا ہے۔

علامہ اقبال کی کا تقریباً چالیس سے بیالیس فیصد اردو کلام ان کے متداول کلام میں شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔ اگرچہ اس متروکہ کلام میں وہ اشعار بھی شامل ہیں جو زبان زدِ عام ہوئے۔ تقی عابدی نے باقیاتِ اقبال کی اہمیت اور افادیت کو مستند حوالوں سے اقبال شناسوں کے لیے ضروری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اقبال کی شاعری کے بہت سے اہم مسائل اور ان کا حل، اقبال کے مختلف ادوار کی شاعری، خطوط، بیاض و رسائل، اقبال کے موضوعات و رجحانات اور اس کے پس منظر سے ان کا متروکہ کلام ڈھونڈنے کی مکمل کوشش کی گئی ہے (۱۸)

باقیاتِ اقبال کی ایک انفرادی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مصنف نے اقبال کا فارسی متروکہ کلام نہ صرف شامل کیا ہے بلکہ اسے اقبال شناسوں کی تحقیق کے لیے آسان بنانے کے لیے اس کا اردو زبان میں آسان ترجمہ بھی کیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات جو اسے دوسرے باقیات کے مجموعوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں جدول بندی کر کے منتخب رسالوں اور صرف اہم ماخذوں کی نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ بقول مصنف ہم نے تقریباً تمام باقیات کے مجموعوں اور نسخوں سے فائدہ اٹھایا ہے تاکہ اس باقیات میں ہر وہ متن شامل ہو سکے جس کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں الحاقی اشعار کو بھی اوراق کی زینت بنایا گیا ہے تاکہ اقبال شناس زیادہ سے زیادہ اس گلدستہ سے استفادہ کر سکیں۔ اس مجموعہ کی اشاعت میں بڑی محنت و مشقت اور جانچ پڑتال سے کام لیا گیا ہے پھر بھی مصنف کا کہنا ہے کہ یہ کا مجموعہ نامکمل ہے کیونکہ آئے دن کوئی نہ کوئی اقبالیات کا محقق کہیں نہ کہیں سے اقبال کا کوئی شعر یا رسالہ، بیاض یا ڈائری سے کچھ نیا نکال کر اقبال کے فکر و فن میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔

تقی عابدی کی باقیاتِ اقبال کو تحقیقی معیار کے ترازو پر پرکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ کتاب ایک تدوینی کاوش تو ہے مگر تحقیقی انکشاف نہیں۔ انھوں نے زیادہ تر مواد سابقہ مجموعوں سے اخذ کیا ہے جو پہلے سے منظر عام پر آ چکے تھے۔ مثلاً غلام رسول مہر اور صادق علی دلاوری کی سرودِ رفتہ، ڈاکٹر گیان چند کی اقبال کا ابتدائی کلام، صابر کلوروی کی کلیات باقیاتِ شعر اقبال اور دیگر محققین کی کاوشیں اس میدان میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ غلام رسول مہر نے اقبال کے معاصر دور کے مشاہدات اور خطوط کی بنیاد پر متروک کلام کو جمع کیا تھا۔ گیان چند نے ان اشعار کو تاریخی ترتیب اور تنقیدی حواشی کے ساتھ پیش کیا اور باقیات کو یکجا کر کے ایک جامع مجموعہ ترتیب دیا۔ اس کے مقابلے میں تقی عابدی کی کتاب زیادہ تر انھیں کاوشوں کا اعادہ ہے جس میں ماخذات کی از سرِ نو تحقیق کی گئی ہے جبکہ تحقیقی و تنقیدی تجزیہ کم نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر سید تقی عابدی کی کتاب باقیاتِ اقبال، اقبال کے متروک کلام کو یکجا کرنے کی ایک کاوش ہے۔ اس سلسلے میں ان کی یہ کوشش رہی ہے کہ انھوں نے مختلف محققین اور ماہرین کے مرتب کردہ باقیات کو ایک جگہ جمع کر کے ایک ایسی تدوین پیش کی ہے جس سے محقق کو اقبال کے کلام کی تدوینی تاریخ اور متروکہ اشعار کے مختلف مراحل ایک ہی نظر میں دکھائی دیتے ہیں۔ ان کا تیار کردہ جدول نہ صرف ایک علمی سہولت ہے بلکہ ایک تاریخی نقشہ بھی ہے جو ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اقبال کے کون سے اشعار کس زمانے میں کس محقق نے جمع کیے اور ان کا ماخذ کیا تھا۔ اسی کے ساتھ تقی عابدی نے اقبال کے فارسی

کلام کے اردو تراجم بھی فراہم کیے ہیں جو کہیں کہیں منظوم اور کہیں بامحاورہ ہیں۔ ان تراجم کے ذریعے اقبال کی فارسی شاعری جو اپنی گہرائی اور پیچیدگی کی بنا پر عام قاری کے لیے مشکل تھی، زیادہ سہل انداز میں سمجھ آتی ہے۔

باقیاتِ اقبال کے مطالعہ کے بعد یہ حقیقت بھی سامنے آئی ہے کہ تقی عابدی کے ہاں تحقیق کا وہ عنصر موجود نہیں جو کسی کتاب کو اقبالیات میں انقلابی اضافہ بنا دیتا ہے۔ انھوں نے اقبال کے اشعار کے ماخذات کا ذکر تو ضرور کیا لیکن ان کی صداقت یا تاریخی حیثیت کو نئی روشنی میں جانچنے کی کوئی منظم کوشش نظر نہیں آتی۔ یہ پہلو اس کتاب کی کمزوری ہے کیونکہ محض مواد کو جمع کرنا تحقیق نہیں بلکہ تحقیق اس وقت کہلاتی ہے جب کسی متن کی اصلیت کو پرکھا جائے۔ اس کے تاریخی تناظر کو واضح کیا جائے اور اس کی فکری معنویت کو اجاگر کیا جائے۔

اس تحقیق کا نچوڑ یہ کہ تقی عابدی کی باقیاتِ اقبال ایک محدود خدمت ہے۔ اقبال کا متروک کلام آج بھی ہمیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ ہمیں ان گم شدہ اوراق کی تلاش پر اکساتا ہے جو شاید کسی پرانے رسالے، کسی بھولی بسری ڈائری یا کسی غیر مطبوعہ خط کے کونے میں چھپے بیٹھے ہیں۔ مستقبل کی تحقیق انھیں نقوش کی تلاش کا نام ہے۔ یہ اقبالیات میں سہولت پیدا کرنے والا حوالہ جاتی مجموعہ ضرور ہے لیکن تحقیقی ندرت اور تنقیدی گہرائی کے اعتبار سے یہ کتاب غلام رسول مہر، گیان چند اور صابر کلوروی جیسے محققین کی کاوشوں کے برابر نہیں۔ اس کے باوجود اس کتاب کی افادیت اپنی جگہ مسلم ہے کیونکہ انھوں نے اقبال کے متروک کلام کو ایک جگہ جمع کر کے نئے محققین کے لیے سہولت فراہم کی ہے اور اردو قارئین کے لیے فارسی تراجم کے ذریعے اس کلام کو سمجھنے میں آسانی فراہم کی ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

۱۔ کتاب میں مواد کو محض جمع کر کے پیش کیا گیا ہے جبکہ ماخذات کی تحقیقی چھان بین اور تنقیدی پرکھ کا فقدان ہے۔

۲۔ مختلف ماخذات سے لیے گئے متروک اشعار کے درست ماخذات اور تاریخی سند کی وضاحت اکثر غائب ہے۔

۳۔ اشعار کی زمانی ترتیب کا اہتمام نہیں کیا گیا جس سے اقبال کے فکری و شعری ارتقا کی تصویر دھندلی رہتی ہے۔

۴۔ کتاب میں متون کی تحقیقی تدوین نہیں کی گئی جس کے باعث بعض اشعار میں املا، وزن اور تلفظ کی غلطیاں جوں کی توں شامل ہیں۔

۵۔ فارسی اشعار کے اردو تراجم موجود تو ہیں لیکن ان میں ادبی نزاکت اور معنوی صحت کا خیال اکثر نظر انداز کیا گیا ہے۔

۶۔ کتاب میں مختلف سابقہ محققین کی کاوشوں سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے لیکن ان کے کام کا تقابلی جائزہ یا تنقیدی مکالمہ پیش نہیں کیا گیا۔

۷۔ اشعار کو موضوعی یا زمانی اسلوبی بنیاد پر منظم کرنے کی بجائے سب کچھ یکجا کر دیا گیا ہے۔

۸۔ اقبالیات میں اس کتاب کو ایک جامع تحقیقی مرجع کے طور پر پیش کیا گیا ہے لیکن در حقیقت یہ محض ایک تدوینی و تالیفی مجموعہ ہے تحقیقی معیار پر پورا نہیں اترتی۔

حوالہ جات

۱۔ عابدی، تقی، سید، ڈاکٹر، "باقیاتِ اقبال"، (جہلم: بک کارنر ۲۰۲۳ء)، ص: ۱۰

۲۔ ایضاً، ص: ۴۰۔۴۱

۳۔ حارث، محمد انور، "رختِ سفر"، (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء)، ص: ف، ق

۴۔ بشیر الحق، محمد ''تبرکاتِ اقبال''، (دلی: کوہ نور پبلشر، ۱۹۵۹ء) ص:۶

۵۔ معینی، عبدالواحد ''باقیاتِ اقبال''، (دلی: مکتبہ رنگین) ص:۸۔۱۳

۶۔ بشیر الحق، محمد ''تبرکاتِ اقبال''، ص:۶

۷۔ عابدی، تقی، سید، ڈاکٹر، ''باقیاتِ اقبال''، ص:۶۳

۸۔ بشیر الحق، محمد، ''تبرکاتِ اقبال''، ص:۷،۶

۹۔ ایضاً: ص ۳۲

۱۰۔ ابنِ فرید، دیباچہ مشمولہ ''نوادر اقبال''، (علی گڑھ: سر سید بک ڈپو اشاعت اول ۱۹۶۲ء)

۱۱۔ جین، گیان چند، ''ابتدائی کلام اقبال''، (حیدر آباد: اردو ریسرچ سینٹر ۱۹۸۸ء) ص:۱۲۔۱۳

۱۲۔ معینی، عبدالواحد ''باقیاتِ اقبال''، ص:۸

۱۳۔ کلورُوی، صابر، ڈاکٹر، ''کلیات باقیاتِ شعر اقبال''، (لاہور: اقبال اکادمی ۱۹۹۰ء) ص:۱

۱۴۔ زبیر صدیقی ''سید تقی عابدی (شخصیت اور فن ایک مختصر جائزہ؟)''، (دلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس ۲۰۱۵ء) ص:۱۲

۱۵۔ ایضاً، ص:۱۲

۱۶۔ سید شجاعت علی ''سید تقی عابدی تعارف، تقاریب، تاثرات، جلد دوم (دلی: روشان پرنٹر ۲۰۲۳ء) ص:۲۶

۱۷۔ عابدی، سیّد، تقی، ڈاکٹر ''باقیاتِ اقبال''، ص:۶

۱۸۔ ایضاً، ص:۹

References:

1. Abidi, Taqi, Syed, Dr., "Baqiyat-e-Iqbal", (Jhelum: Book Corner 2023) p. 10

2. Ibid., p. 40-41

3. Haris, Muhammad Anwar, "Rakht-e-Safar", (Lahore: Taj Company Limited 1952), p. f, q

4. Bashir-ul-Haq, Muhammad "Tabarakat-e-Iqbal", (Delhi: Koh-i-Noor Publisher, 1959) p. 6

5. Moini, Abdul Wahid "Baqiyat-e-Iqbal", (Delhi: Maktaba-e-Rangi) p. 8-13

6. Bashir-ul-Haq, Muhammad "Tabarakat-e-Iqbal", p. 6

7. Abidi, Taqi, Syed, Dr., "Baqiyat-e-Iqbal", p. 63

8. Bashir-ul-Haq, Muhammad, "Tabarakat-e-Iqbal", p. 6,7

9. Ibid., p. 32

10. Ibn-e-Farid, Preface to 'Nawadar Iqbal', (Aligarh: Sir Syed Book Depot, first edition, 1962)

11. Jain, Gian Chand, 'Early Words of Iqbal', (Hyderabad: Urdu Research Centre, 1988) pp. 12-13

12. Moini, Abdul Wahid, 'Baqiyat-e-Iqbal', p. 8

13. Kalruvi, Sabir, Dr., 'Kuliyat Baqiyat-e-Sheer-e-Iqbal', (Lahore: Iqbal Academy, 1990) p. 1

14. Zubair Siddiqui, 'Syed Taqi Abidi (Personality and Art: A Brief Review?)', (Delhi: Educational Publishing House, 2015)

p. 12

15. Ibid., p. 12

16. Syed Shujaat Ali, 'Syed Taqi Abidi Introduction, Events, Impressions, Volume II (Delhi: Roshan Printer, 2023) p. 26

17. Abidi, Syed, Taqi, Dr. "Baqiyat-e-Iqbal", p. 6

18. Also, p. 9